ترمہ سعیدہ بانو

شاہ عبدالعزیز کا ذوقِ موسیقی

شاہ عبدالعزیز دہلوی حدیث، تفسیر، فقہ، تصوّف، عقائد، فلسفہ اور منطق میں یگانۂ روزگار تھے۔ س کے علاوہ آپ کو فنِ موسیقی سے بھی بہت دلچسپی تھی اور اکثر تذکروں میں اس چیز کا ذکر ملتا ہے کہ ہ اس فن سے بخوبی واقف تھے۔

مولانا عبدالحی حسنی نزہتہ الخواطر میں شاہ صاحب کے ہر فن مولا ہونے کے متعلق یوں قم طراز ہیں:

وکانت لہ مھارۃ فی الرمی والفروسیۃ والموسیقی [1]

آپ کو تیر اندازی، شہسواری اور موسیقی میں مہارت حاصل تھی۔

مولانا عبدالحی کے علاوہ شاہ عبدالعزیز کے دیگر تذکرہ نگاروں نے بھی کچھ تو مختلف روایات سے اور کچھ شاہ عبدالعزیز کے ملفوظات کی روشنی میں فنِ موسیقی میں آپ کی مہارت اور دلچسپی کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ آپ کی موسیقی دانی کے بارے میں ان دونوں ذرائع سے کافی معلومات فراہم ہو سکی ہیں۔

ملفوظات میں بیشتر مقامات پر ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ آپ فنِ موسیقی میں کافی دسترس رکھتے تھے۔ ملفوظات میں مرقوم ہے کہ ایک بار آپ چہل قدمی کے بعد استراحت فرما رہے تھے کہ مرزا محمد جان تشریف لائے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ بندہ اس وقت معذور ہے۔ خدمت گار ابھی مالشِ اعضا کے لیے آئے گا، آپ ناراض نہ ہوں۔ شہزادہ انتہائی عجز و انکسار سے پیش آیا اور اپنے ہاتھوں سے جسم مبارک کی مالش شروع کی لیکن شاہ صاحب نے معذرت کی اور منع فرمایا۔ اسی اثنا میں ایک حافظ صاحب تشریف لائے۔ شاہ صاحب نے ان سے خیریت دریافت کی اور فرمایا کہ میں نے سُنا ہے کہ تم خوش آوازی سے پڑھتے ہو، مجھے سننے کا اشتیاق ہے۔ اگر میری طبیعت کے موافق نہ ہو گا تو میں خود تم کو روک دوں گا، تم معاف

---

[1] مولانا عبدالحی حسنی، نزہتہ الخواطر، ج ۷، ص ۲۶۹۔

کرنا اور زنگ دل نہ ہونا ہے[۲]

اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ طبیعت کی اس قدر ناسازی کے باوجود آپ خوش آوازی سے کوئی چیز بھی سننے کے لیے تیار تھے۔

ایک دوسرے موقع پر مذکور ہے:

ایک قوال اپنے نومولود بچے کا نام معلوم کرنے کے لیے شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے سلام یا سلامت اللہ نام تجویز فرمایا۔ پھر اس قوال سے فرمائش کی کہ کچھ دھناسری میں سناؤ۔ حکم کی تعمیل میں قوال نے کچھ گایا اور پھر دوسرا کلام شروع کیا۔ آپ نے فرمایا پھر وہی سابق گانا سناؤ۔ کافی دیر سننے کے بعد پھر قوال نے کوئی دوسری چیز شروع کی۔ آپ نے فرمایا وہی خوب تھی۔ اس میں مجاز بہت غالب ہے...... تھوڑی دیر کے بعد ایک مرید کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ پہلے میرے سر میں جو درد ہو رہا تھا، گانا سننے سے جاتا رہا۔ سر میں درد کی وجہ سے آپ نے جو کپڑا باندھا ہوا تھا اس کی گرہ کھول دی[۳]۔ اس واقعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو فن موسیقی کے علمی پہلوؤں سے بھی واقفیت تھی اور مختلف گیتوں اور راگوں کو خوب پہچانتے تھے۔

آپ کے ملفوظات میں ایک جگہ لکھا ہے کہ ایک شخص اپنی اصطلاح میں مستی کے عالم میں کچھ گا رہا تھا۔ آپ نے سنا تو فرمایا کہ دھناسری ہے یا ریمن، اور پھر گانے کی دوسری قسموں کو بیان فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا کہ مجھے پہلے اس فن سے بڑی دلچسپی تھی اور اس فن کے مشہور اور ماہر لوگ میرے پاس پوچھنے آیا کرتے تھے۔ اب میں نے اس میں حصہ لینا ترک کر دیا ہے، لیکن لوگ اب بھی آجاتے ہیں۔ مگر مجھے اس سے ضرر پہنچتا ہے کیونکہ قلب میں ایک ہیجان کی سی کیفیت ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے مرض لاحق ہوتا ہے[۴]۔

ایک بار شاہ صاحب نے اپنے بچپن کا واقعہ بیان کیا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ شروع ہی سے موسیقی میں دلچسپی رکھتے تھے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے لڑکپن کے

۲ے ملفوظات شاہ عبدالعزیز، ص ۱۶۴

۳ے ایضاً، ص ۵۴

۴ے ایضاً، ص ۱۶۴

زمانے میں ایک گانے والی کا تماشا دیکھا کہ چھوٹی سی تھالی میں ناچتی تھی اور اس تھالی کو جگہ جگہ لیے پھرتی تھی اور فرش کے نشیب و فراز کا بھی خیال رکھتی تھی۔ ہاتھوں میں کچھ چیزیں لیے ہوئے تھی، جن سے جدا جدا کھیلتی تھی۔ دانتوں سے ایک ایک موتی یا پوتھ دھاگے میں پروتی جاتی تھی[5] اس واقعہ سے آپ کی طبعی ذہانت اور دلچسپی کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے کس غور سے اس گانے والی عورت کو دیکھا کہ ایک مدت کے بعد بھی اس کی حرکات و سکنات ٹھیک ٹھیک بیان کر دیں۔

مولانا مناظر احسن گیلانی فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب فن موسیقی کو علمی طور پر جانتے تھے[6] ایک مرتبہ دو قوال شاہ صاحب کے پاس آئے۔ ان میں کسی راگنی کے بارے میں اختلاف تھا اور انھوں نے شاہ صاحب کو حَکَم بنایا۔ چنانچہ دونوں نے شاہ صاحب کے سامنے گایا۔ آپ نے ایک کی تصویب کی اور دوسرے کا تخطیہ، اور بتایا کہ یہ خرابی ہے۔ ان کو اس پر بڑا تعجب ہوا تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ جب ہم مکتب میں جایا کرتے تھے تو ہمارے راستے میں ایک ڈوم بالاخانہ پر رہتا تھا۔ ہم اس کا گانا ادھر سے آتے جاتے سنا کرتے تھے۔ اسی سے ہم نے اس فن کے بارے میں کچھ معلوم کیا تھا جو ہمیں اب تک یاد ہے[7]

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں جوان تھا تو میں نے دو مرتبہ گانا سنا۔ ایک بار یوں ہوا کہ ایک قصہ گو آیا ہوا تھا۔ احباب کے رغبت دلانے سے میں نے اس کے پاس جانے کا قصد کیا۔ دفعتاً میرے کان میں مزامیر اور رقص کی آواز آئی۔ میں نے چاہا کہ ایک دیوار کے قریب بیٹھ کر اس کو سنوں۔ جوں ہی میں وہاں بیٹھا مجھے فوراً نیند آگئی اور جب آنکھ کھلی تو صبح ہو چکی تھی۔ دوسری مرتبہ بھی اسی طرح کا ماجرا پیش آیا تھا[8]

---

[5] ملفوظات شاہ عبدالعزیز، ص ۵۴

[6] مناظر احسن گیلانی، تذکرہ شاہ ولی اللہ، ص ۲۳۸

[7] ظہور حسن مرتب ارواح ثلاثہ، ص ۴۴

[8] محمد معین الدین، ماہنامہ معارف اعظم گڑھ بابت دسمبر ۱۹۶۷ء، ص ۴۶۰۔

ملفوظات کے مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ شاہ صاحب فنِ موسیقی میں گہری دلچسپی رکھتے تھے لیکن یہ تمام باتیں اب تک زیادہ تر زبانی روایت اور قیاس پر مبنی تھیں اور ہم اس سلسلہ میں کوئی بات وثوق سے نہیں کہہ سکتے تھے اور نہ ہی ان کے کمالِ فن کا بہتر طور پر اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔ اب ان کے ایک رسالے کی دریافت سے قطعی معلومات حاصل ہو گئی ہیں۔

سانگیت شاستر

شاہ صاحب کے سوانح نگار محمد عضدالدین لکھتے ہیں کہ انھیں اس فن میں خود شاہ صاحب کی ایک تصنیف "سانگیت شاستر" کے نام سے رام پور کے ذخیرۂ مخطوطات میں مل گئی ہے جس سے اب یہ بات پورے دعویٰ سے کہی جا سکتی ہے کہ شاہ صاحب موسیقی کے ماہر استاد تھے اور اس زمانے کے مشہور اصحابِ فن ان سے موسیقی کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ یہ رسالہ رضا لائبریری رام پور کی فہرست فارسی مخطوطات میں ۱۸۶۹ کے تحت درج ہے۔ یہ رسالہ سولہ صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلے صفحے کے علاوہ ہر صفحے پر انیس ۱۹ یا بیس ۲۰ سطریں ہیں۔ رسالہ کی زبان فارسی ہے۔

اس رسالے کے تین ابواب ہیں۔

پہلا باب

در وقت تعداد سرہا و لواحق آن و آں چہار فصل است۔

فصل اوّل : دربیان حقائق و اسامی سُرہا ۔ اس میں شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ماہرینِ فن نے اصولِ اصوات کو سات سُروں میں تقسیم کیا ہے۔ حیوانات کی زبان سے یا نباتات و جمادات کے تصادم سے جو آوازیں جنم لیتی ہیں ان کو مخصوص ناموں سے تعبیر کیا ہے۔ اس کے بعد سات سُروں کے نام، ان کے فروع، مصادر اور ہندوستانی سنگیت کا مختصر تذکرہ کیا ہے۔ اس کے سات سُروں کے لون، صورت، مخارج، اقالیم، موکل، دیام، اوقات شبان روز، مناسب آواز جانوراں وغیرہ کا ایک جدول تحریر کیا ہے۔

فصل دوم : در گراہا بدانکہ گرام عبارتست از قرارگاہ سرہائے مذکورہ و آں ہر یک سرہا

راسہ موضع بود کہ ہر یک مضاعف آن دیگر باشد۔

اس کے بعد مختصر مگر جامع طور پر ایک سُر کو دوسرے سے ملانے سے جو نیا سُر پیدا ہوتا ہے، اس کی تفصیل بیان کی ہے۔

فصل سوم: در بیان سرت باید دانست کہ سُرت عبارتست از میل سرہائے مذکورہ مراکز اعتدال خود۔

اس فصل میں بائیس سُر تحریر کیے ہیں اور ایک جدول بھی دیا ہے۔

فصل چہارم: در حقیقت مورچھنا پردوں کے صعود و ہبوط سے سات سروں میں سے تین قسم کی سُریں بنتی ہیں جن کی ترکیبیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔

بعض کے نزدیک یہ کل ملا کر چوّن ۵۴ قسمیں ہوتی ہیں۔ فاضل مصنف نے اکیس اقسام کا جدول دیا ہے۔

باب دوم

در معرفت راگ کہ آن پنج فصل است۔

فصل اول: در ماہیت راگہا . . . . . .

سُروں کے خواص مختلف ہیں۔ چوب و سنگ وغیرہ کے اختلاط سے سات سروں کی بے شمار صورتیں ہو جاتی ہیں۔ اس فن کے ماہرین نے ایک سو چھیاسٹھ صورتوں کو چنا ہے اور ان کے نام بھی رکھے ہیں۔

فصل دوم: در بیان ترکیب و تقسیم اقسام راگہا۔

راگوں کی ابتدا میں تین قسمیں بیان کی ہیں۔ پھر ان سے جو دوسری اقسام پیدا ہوئیں ان کا ذکر ہے۔

فصل سوم: اس حصے میں شاہ صاحب نے چھ راگوں کو سرخیل قرار دیا ہے اور جدول میں ان سے پیدا ہونے والی اڑتالیس اقسام درج ہیں۔ چھ سرخیل راگوں کو سات سروں کے ساتھ ترکیب دینے سے جو مختلف اقسام کے سر پیدا ہوتے ہیں ان کا بھی تذکرہ کیا ہے اور ان کے نام درج کیے ہیں۔

فصل چہارم: دربیان تفصیل راگہا و اوقات و امتزاجات۔

شاہ عبد ... فرماتے ہیں کہ راگ کے توابع اور لواحق ہوتے ہیں اور چھ راگوں سے چھ راگنیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ہر راگ کے ساتھ خدمت گار ہیں اور ہر راگنی کے چھ فرزند اور ایک خدمت گار، چھ راگوں میں سے ہر ایک کی ۱۲۶ اقسام اور ان کے ماہرین کے نام بھی درج کیے ہیں۔ شاہ صاحب نے جدول بھیرویں کے تحت پچانوے اقسام، جدول مالکوس میں ناموں کے ساتھ اٹھاسی اقسام، جدول ہنڈول میں ناموں کے ساتھ چوراسی اقسام، جدول دیپک میں چوراسی اقسام، جدول میگھ کی چھیاسٹھ اقسام اور جدول سری راگ میں ناموں کے ساتھ اناسی اقسام تحریر کی ہیں۔

فصل پنجم: در بیان صورت راگہا۔

اس کے ماہرین نے عالم تصور میں ہر ایک راگ اور راگنی کو ایک خاص صورت اور مخصوص معنی کا نام دیا ہے۔ مثلاً ایک کو بادشاہ راگ، دوسرے کو بشکل مرتاض وغیرہ مختلف صور و اوضاع کے ساتھ موسوم کیا ہے۔ پھر وضع صور اور اوقات کے اعتبار سے راگوں کی قسمیں بیان کی گئی ہیں۔

باب سوم

در حقیقت تال و آن دو فصل است۔

فصل اول: در تال، کہ بفارسی اصول گویند عبارتست از ضبط و زمان امتداد حرکات و سکنات اصوات۔

دونوں ہاتھوں میں دو چیزوں کو پکڑ کر ان کو ایک دوسرے پر ضرب لگاتے ہیں۔ اس جگہ شاہ صاحب نے برابر وقفوں سے ضرب لگانے اور ضرب کی مقدار کا ذکر کیا ہے۔ آپ نے ان کی چار اقسام بتائی ہیں۔ پھر ہر ایک کی بے شمار اقسام ہیں۔ ان میں سے شاہ صاحب نے ان اقسام کو جو مستعمل اور متعارف ہیں بیان کیا ہے۔

فصل دوم: در بیان اقسام ساز۔ تاروں، ڈھولک، دف اور نقارہ وغیرہ سے جو ساز پیدا ہوں یا بانسری اور چوب وغیرہ کے ذریعہ پیدا کئے جائیں ان سب کے ضوابط ہیں۔ یہاں ان کی تفصیل نہیں بیان کی جا سکتی۔

اس رسالہ کی آخری دو سطریں بہت اہمیت کی حامل ہیں جن میں لکھا ہے کہ:

"دراین رسالہ خلاصہ .... رسالہ جات مذاہبِ مختلفہ ترتیب کشید" واللہ اعلم بالصواب۔
تمام شد رسالہ سانگیت شاستر تصنیف استاذی حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی۔
طالب ثمراہ بخط کندن لال اشکی"

اس رسالہ کو پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس کی زبان شاہ صاحب کے طرزِ بیان سے انتہائی مناسبت رکھتی ہے اور جس شخص نے شاہ صاحب کی دوسری تصانیف مطالعہ کی ہوں وہ بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ یہ رسالہ شاہ صاحبؒ کے قلم سے تحریر ہوا ہے۔ رسالہ کے اندرونی اور بیرونی شواہد پر غور کرنے کے بعد یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ رسالہ شاہ عبدالعزیز دہلوی ہی کی تصنیف ہے۔

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر واقعی یہ رسالہ شاہ صاحب نے ہی تصنیف فرمایا ہے تو پھر ان کے شاگردوں نے اس کا ذکر کیوں نہ کیا؟ لیکن تھوڑے سے غور و خوض کے بعد اس سوال کا جواب بھی مل سکتا ہے۔ یہ جواب مشکل ہے، ناممکن نہیں ہے۔ ملفوظات کے مطالعہ سے اور جو عبارات میں نے اوپر نقل کی ہیں، ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شاہ صاحبؒ نے یہ فن ابتدائی عمر میں سیکھا تھا اور جوں جوں عمر زیادہ ہوتی گئی وہ علومِ دینیہ کی طرف مائل ہوتے گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کی علمی اور دینی مصروفیات بڑھتی گئیں۔ اور پھر آپ کو مختلف امراض نے بھی گھیر رکھا تھا۔ اس طرح آپ اس فن سے دُور ہوتے چلے گئے۔

قرینِ قیاس یہ ہے کہ آپ نے یہ رسالہ عالمِ شباب میں لکھا ہوگا لیکن اس وقت بھی موسیقی کا رنگ زیادہ غالب نہ رہا ہوگا بلکہ کبھی کبھار دینی مشاغل کے ساتھ ساتھ طبیعت کو خوشگوار رکھنے کے لیے موسیقی بھی سن لیتے ہوں گے اور اس فن میں دلچسپی لینے والے حضرات کو اس فن کے رموز سے آگاہ کرتے رہتے ہوں گے لیکن عمر میں اضافہ کے ساتھ ساتھ دینی علوم میں جس قدر دلچسپی بڑھتی گئی، دوسرے فنون اور خاص طور پر موسیقی کی طرف میلان کم ہوتا گیا اور عمر کے آخری حصے میں ان کا واحد مشغلہ دینی علوم خصوصاً تفسیر و حدیث کا درس ہی رہ گیا تھا۔ ان کے شاگرد زیادہ تر اسی دور کے ہیں جب شاہ صاحب موسیقی میں دلچسپی نہ لیتے تھے اور اس کو چھوڑ چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور کے شاگردوں نے یہ نہیں لکھا کہ شاہ صاحب موسیقی سے تعلق رکھتے تھے یا نہیں۔ اور جن

ممکن ہے کہ اس چیز کا ذکر ان کی ثقاہت کے خلاف بھی خیال کرتے ہوں۔ اس کے علاوہ جیسا کہ شاہ صاحب نے خود بھی لکھا ہے کہ بعض سوداوی امراض ایسے ہیں جن میں موسیقی سننے سے طبیعت میں ہیجان پیدا ہو جاتا ہے اور اس طرح مرض بڑھ جاتا ہے۔ اس لیے صحت کی خرابی کے ڈر سے بھی آپ نے اس کو چھوڑ دیا تھا۔ یہ بھی ... اتفاق ہے کہ جو روایات ہم تک پہنچی ہیں ان کے راوی صرف وہی علماء وفضلا ہیں جنھوں نے شاہ صاحب کا دینی رنگ دیکھا تھا اور آپ کی ذات بابرکات کے ساتھ اسی حیثیت میں منسلک تھے۔ ان لوگوں کو شاہ صاحب کی موسیقی دانی کا پوری طرح سے علم نہ تھا، اگر تھوڑا بہت پتہ بھی چلا ہوگا تو انھوں نے اس کو زیادہ اہمیت نہ دی ہوگی۔ شاہ صاحب عمر کے آخر حصہ میں موسیقی میں بہت کم دلچسپی لیتے تھے لیکن کبھی کبھار جب ذکر ہو جاتا تو اپنی دلچسپی کا بھی ذکر کر دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ ان کے ملفوظات کے حوالہ جات سے ظاہر ہوتا ہے۔

مختصر یہ کہ یہ رسالہ شاہ صاحب کی تصانیف میں ایک اہم اضافہ ہے اور اس کو پڑھنے سے شاہ صاحب کی فنِ موسیقی میں مہارت کا پتہ چلتا ہے۔ دیگر فنون کی طرح وہ اس فن میں بھی کامل دسترس رکھتے تھے اور موسیقی کے استاد مانے جاتے تھے۔ یہ فن بھی دیگر فنون کی طرح شاہ عبدالعزیز نے اپنے والدِ بزرگوار شاہ ولی اللہ صاحب سے وراثت میں پایا تھا اور ہر شخص جو بھی شاہ ولی اللہ کی تصانیف کا مطالعہ کرتا ہے اسے بخوبی اندازہ ہوگا کہ ان کو بھی اس فن سے خاص دلچسپی تھی اور وہ اس فن سے بخوبی واقف تھے۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے الفوز الکبیر میں لکھا ہے کہ ہر قوم کا ایک خاص اسلوب ہوتا ہے اور سب قومیں دلکش نغموں اور دلفریب آوازوں سے محظوظ ہوتی ہیں مگر گانے کے طریقے اور اس کے قاعدے مختلف ہیں۔ یونانیوں نے اس کے کچھ اوزان مقرر کیے جن کا نام "مقامات" رکھا۔ ان مقامات سے آوازیں اور آوازوں کی شاخیں نکالیں اور اس طرح سے ایک مستقل اور مبسوط فن مدون کر لیا۔

اہلِ ہند نے چھ راگ بنائے ہیں۔ مگر ہم نے دیہاتیوں کو دیکھا ہے جو ان اصطلاحوں سے قطعاً ناواقف ہیں لیکن وہ اپنے سلیقے اور ذوق سے خود ہی حسبِ منشا چند اوزان، راگنیاں، سُر اور تال ایجاد کر کے گیت گاتے اور سناتے اور محفل کو گرماتے ہیں اور لذت حاصل کرتے ہیں۔[۹]

---

۹ شاہ ولی اللہ، فوز الکبیر، ص ۱۷۱